اخبار و افکار

وقائع نگار

۳۱ مئی ۱۹۷۱ء کو صبح ۹ بجے سرور شہید (نشانِ حیدر) گورنمنٹ کالج گوجرخان کا تیسرا جلسہ تقسیم اسناد و انعامات منعقد ہوا۔ ڈائریکٹر اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ جناب ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی مہمان خصوصی تھے۔ ڈاکٹر صاحب کا خطبۂ صدارت طلبہ اور اہلِ علم کے لئے سراپا دعوت فکر و عمل تھا۔ قارئین فکر و نظر کیلئے پورا خطبہ پیش کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ حامدا و مصلیا و مسلما۔

مکرم و محترم ڈاکٹر غوری، عزت مآب اراکین انتظامیہ، معزز حاضرین اور عزیز طلبہ و طالبات!

آپ کے کالج کی تاریخ میں یہ مبارک و مسعود دن بڑی اہمیت کا مالک ہے۔ تقسیم اسناد کی اس تقریب میں آپ لوگوں کی شمولیت اس بات کی شاہد ہے کہ یہ نئے سند یافتہ فرزندانِ وطن آپ کی موجودگی میں علم و عمل کی ذمہ داریاں اپنے اوپر لازم کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں ہمت و استقلال عطا کرے کہ وہ اپنے فرائض بوجوہ احسن ادا کر سکیں، اور ہم سب کو اپنی بے پایاں رحمتوں و نعمتوں سے نوازے۔ اور ان نوجوان طلبہ و طالبات کو جو حصولِ علم میں کوشاں ہیں، ایسی ہی نمایاں کامیابی عطا کرے۔ آمین۔

دنیا کی تاریخ میں بیسویں صدی مسیحی نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ ایک طرف انسانی علوم کا کمال، تجربی علوم کا منتہائے عروج، عقل انسانی کی بے مثال ترقی ہے تو دوسری طرف اخلاقی برائیوں کی فراوانی، نت نئے حوادثات کی بوقلمونی، انسانیت سوز حرکتوں کی بہتات، بربریت و سفاکی کی بدترین مثالیں، بے گناہوں اور معصوموں کا قتلِ عام، ظلم و فساد کا دَور دورہ اور ہلاکت و بربادی کے دلخراش مناظر کچھ کم نمایاں نہیں۔ اس تہذیب و تمدن سے کیا حاصل جب انسان سُکھ چین سے زندگی نہ گزار سکے لوگوں کی بے جا دست درازی اور ظلم و تعدی سے نہ بچ سکے۔ اس سلطنت و

حکومت سے کیا فائدہ، جس کی قلمرو میں گداگری پیشہ بن جائے، اور دستِ سوال دراز کرنا فن ٹھہرے۔ اس قومی راگ سے کیا حاصل جس کی آواز دوسری اقوام کے افراد کی موت و بربادی کا پیغام دے۔ ان نظریوں کا کیا فائدہ جن کا مقصد دوسروں کی فکری آزادی کو سلب کر لینا ہو، اور ان افکار کی معقولیت کیونکہ تسلیم کی جاسکتی ہے، جن کا مآل استحصال ہو، دوسروں کے حقوق کی پامالی ہو، رواداری اور ہمدردی کا فقدان ہو، ایثار و قربانی کی جگہ خود غرضی اور مقصد براری ہو۔

اس میں شبہ نہیں کہ آج انسان کا دائرہ کارششں جہات کو محیط ہے، دنیا کی وسعت تنگی میں بدل چکی ہے۔ انسان اس جدوجہد میں ہے کہ قمر کی طرح مریخ کو بھی مسخر کرلے اور دوسرے سیاروں پر بھی اپنا تسلط جمالے، اپنے اس نشے میں انسان ایسا سرشار ہے کہ اس کو اتنی بھی خبر نہیں کہ اس مہم کے بیجا اخراجات سارے عالم کو تہ و بالا کر سکتے ہیں۔ چند نفوس کی آرزوؤں کی تکمیل کے لئے سارے جہان کو قربان کرنے میں بھی انسان کو تامل نہیں۔ آج کا انسان ترقی، اخلاص اور بے غرضی کا عَلَم بردار بنتے ہوئے بھی ضبطِ ولادت نسل کشی جیسے بیسیوں منصوبوں پر تن من دھن سے محنت کر رہا ہے، مگر اسے یہ توفیق نہیں ہوتی کہ بیجا اور تخریبی تجربات پر جو کچھ دولت و ثروت اور عظیم اندرونی اور بیرونی طاقت و قوت بیدریغ ضائع کر رہا ہے، اس سے احتراز کرے اور نام نہاد بین الاقوامی تعاون و ہمدردی کے نام پر اقوامِ عالم کو استحصالی منصوبہ بندیوں کا مزید شکار نہ بنائے، اور اپنے ناشائستہ کردار سے عظمت و تقدس کے حامل الفاظ مثلاً جمہوریت، لادینی تعلیم اور بین الاقوامی تعاون و ہمدردی وغیرہ کو مزید بدنام نہ کرے۔ گزشتہ دو صدیوں کی تاریخ گواہ ہے کہ ان بابرکت الفاظ کے نام پر جن خونریزیوں اور سفاکانہ بربریتوں کا مظاہرہ کیا جاتا رہا ہے وہ انسانیت کے لئے نہایت شرمناک اور تاریخ انسانیت کا بدترین باب ہے۔

مغربی تہذیب و ثقافت کے علمبرداروں اور لادینی تعلیم کے حامیوں کو حالیہ مشرقی پاکستان کی سفاکانہ خونریزیوں سے سبق لینا چاہیئے کہ جمہوریت، انسانیت اور علمیت کے شیدائی حیوانیت کے کس بدترین درجے تک گر سکتے ہیں۔ ان کا دعویٰ تھا کہ مذہب کے نام پر جتنا خون بہایا گیا ہے آج تک کسی دوسرے مسئلے پر اتنا خون نہیں بہایا گیا، لیکن مشرقی پاکستان

کا سانحہ دین کے نام پر نہیں بلکہ اپنی حریت کے تحفظ کے نام سے دوسروں کی حریت وفکری آزادی کو بدترین طریقے سے کچلنے کا مظاہرہ تھا، اور یہ مظاہرے اپنے ہی بھائی بندوں کے خلاف ایسے بدترین تھے کہ شرک وجہالت والے بھی انگشت بدنداں اور سربگریباں ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان جگر خراش حقائق کے دہرانے کا مقصد صرف یہ ہے کہ انسان اس عالم کون ومکان میں اپنی بے پایاں سطوت وتسخیری قوت کے باوجود موت سے گلوخلاصی حاصل نہیں کر سکتا، اور قضائے الٰہی کے آگے بالکل عاجز ودرماندہ ہے۔ اپنی تجربہ گاہوں میں ایک سائنس دان ہر وقت اللہ کی ننھی مخلوق کو مارنے اور مختلف ہیئتوں میں تبدیل کر کے ان کے حشر ونشر کا تماشہ کرتے رہنے کے باوجود یہ کس قدر حیران کن امر ہے کہ انسان اپنی عاجزی وناچاری کو دیکھتے ہوئے بھی موت کے بعد کی زندگی کو نہ سمجھے اور غفلت میں ذہنی اور عقلی شعبدہ بازی کا شکار بنا رہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اے عقل وبصیرت والو عبرت حاصل کرو۔

مغربی ثقافت نیز مغرب سے نشر واشاعت پانے والے نظریوں کے دلچسپ ودلآویزحیات کی مادی تصاویر اور قناعت سے ناآشنا ترقی پذیر اقوام کی ترقی یافتہ دلفریب زندگی کے افسانے ہمارے آگے ہیں، لادینی تعلیم وتربیت حاصل کرنے والے انسانیت وجمہوریت کے شیدائی بعض پاکستانیوں کے اخلاق سوز کردار اور سفاکانہ مظالم کے مرقعے ہمارے پیش نظر ہیں، کیا اب بھی ہم اہل پاکستان اللہ اکبر کی جگہ "جے بنگلہ اور جے سندھ" جیسے ناپاک نعروں کا خیال بھی دل میں لا سکتے ہیں اگر نہیں اور یقیناً نہیں لا سکتے، تو آؤ، اے قوم کے نئے رضا کارو! اور اے علم ودانش کے نئے سند پانے والو! 'اللہ اکبر' کے نعرے کے مفہوم پر غور کریں اور اندازہ لگائیں کہ اس کلمۂ حق کے نعرہ لگانے والے کن کن انسانی خدمتوں کے ادا کرنے کو اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔

اللہ کو اپنا خالق ماننے والے یہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک اور یکتا ہے اور ساتھ ہی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے آخری رسول ہیں، جن پر دین الٰہی اسلام کی تکمیل کے لئے قرآن پاک نازل ہوا، جس کے احکام کو سمجھنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمت سکھائی اور اپنے اسوۂ حسنہ اور اقوال وافعال سے قرآن پاک کے احکام وتعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا گر سکھایا۔ آج اگر ہم قرآن پاک کو سمجھنا

چاہتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور ان کے اسوۂ حسنہ کے بغیر صحیح طور پر نہیں سمجھ سکتے۔ آپؐ نے اسی کتابِ الٰہی کی تعلیمات کی روشنی میں ایک ایسے معاشرے کو جنم دیا جس میں مہاجرین وانصار میں، نئے اور پرانے اسلام قبول کرنے والوں میں کوئی تمیز نہ رہی، امیر وغریب کا تفرقہ نہ رہا، عقل وعلم، دولت وجاہ میں اللہ بزرگ وبرتر کی عنایتوں کے اس معاشرے کے افراد بلاشبہ امتیاز رکھتے تھے، مگر آپس میں ایسے بھائی بھائی اور ایک دوسرے سے محبت رکھنے والے تھے جیسے حقیقی بھائی ہوں جن میں صرف بڑے اور چھوٹے ہونے کا فرق تھا۔ بڑے چھوٹوں کے ساتھ محبت وہمدردی، خلوص ونرمی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ اور چھوٹے بڑوں کا نہایت ادب واحترام کیا کرتے اور ان کے آپس کے برتاؤ سے ہر طرف سکون وراحت کا سماں تھا۔

سرزمین عرب کی مختلف سمتوں کو جب یہ عرب مسلمان پہنچے تو ان کی شان نرالی تھی۔ حقانیت کے یہ علمبردار اپنی خصوصیتوں کی وجہ سے مصر وافریقہ سے لے کر اندلس ویورپ تک چھا گئے مشرق میں ایران وافغانستان اور ترکستان ہوتے ہوئے دیوار چین تک جا پہنچے اور اسی اعلاء کلمۃ الحق اور اللہ اکبر کے نام سے ہر طرف اپنا سکہ چلانے لگے، یورپ، اطالیہ اور سسلی وغیرہ کے عیسائی بادشاہوں کو انھوں نے اپنی ثقافت وتمدن کا گرویدہ بنایا۔ سارے اقوام عالم ہند سے لے کر اندلس تک اسلامی علوم وفنون سے ایسے متاثر ہوئے کہ ان کو اپنے لئے باعث عزت واکرام سمجھنے لگے۔ ہندی، ایرانی، یونانی اور مصری علوم سے مسلمانوں نے تجربی علوم میں واقفیت پیدا کرکے ان سارے علوم میں اجتہادی شان پیدا کی، اور اپنی جولانیٔ طبع کے نشانات چھوڑے انہیں کے دکھائے ہوئے راستوں پر گامزن ہو کر اقوام یورپ ان علوم میں اپنی جدوجہد کے برابر دن دونی رات چوگنی ترقی کرتے ہوئے آج سارے عالم کے استاد اور رہنما بن بیٹھے ہیں۔ خصوصاً اسلامی ممالک کے مسلمان آج مغربی ثقافت سے اس قدر متاثر نظر آتے ہیں کہ ان میں سے اکثر اہل اسلام خود اسلامی ثقافت کو چھوڑ کر اپنی وطنی ثقافت وتہذیب کو اپنے لئے طرۂ امتیاز سمجھنے لگے ہیں۔ چنانچہ مصر میں فرعونی ثقافت کا ذکر ہے، عراق میں بابلی ثقافت اور ایران میں ساسانی ثقافت اور خود پاکستان میں وادیٔ سندھ اور موہنجوداڑو کی ثقافت کو فروغ دینے کا میلان روز افزوں ہے۔ ان ثقافتوں کی تاریخی حیثیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کے لئے چاہے وہ جس خطے کے ہوں، ان مقامی ثقافتوں کی کوئی

دینی اہمیت نہیں۔ البتہ یہ آثار قدیمہ اس لائق ضرور ہیں کہ ان سے عبرت حاصل کی جائے۔
کہنے کو تو آج بین الاقوامی وحدت و اتحاد کے ترانے ہر طرف گائے جا رہے ہیں۔ اقوامِ عالم کے باہمی تعاون و ہمدردی کی بنیاد پہ امدادی معاہدے عمل میں آ رہے ہیں بگر استحصال واستبداد کا نشہ اتنا عالمگیر ہے کہ اپنے اپنے اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے ہر قوم بیدریغ دولت لٹا رہی ہے تاکہ اپنی ساکھ قائم رکھ سکے اور زیادہ سے زیادہ دوسری اقوام کو اپنی مصنوعات کا محتاج اور اپنے افکار و نظریے کا خوگر بنا سکے۔ پس ماندہ اقوام کی سیاسی بیداری کے بعد یورپ و امریکا کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا کہ علمی و ثقافتی ذرائع سے لوگوں کو تادیر مسحور و مسخر بنانے کی کوشش میں سرگرم رہیں۔ دنیا میں تباہ کن ہتھیاروں کی ایجاد میں مسابقت کی دوڑ اب بھی جاری ہے اور اس میں جو کثیر دولت بیدریغ لٹائی جا رہی ہے، اس نذر خطیر میں یقیناً دنیا بھر کے لوگوں کے حصّے کا کم و بیش سرمایہ برباد کیا جا رہا ہے ان ہتھیاروں کے ہولناک تخریبی نتائج ہم جنگ عظیم اوّل جنگ عظیم ثانی میں دیکھ چکے ہیں کہ ساری تاریخ انسانی کی جنگوں کے مجموعی نقصانات اور تباہیاں ایک طرف اور جنگ عظیم اوّل کی تباہیاں ایک طرف۔ اور پھر بھی ہولناکیوں کے اعتبار سے جنگ عظیم کی فوقیت ظاہر ہے بلکہ دونوں کے نقصانات میں کوئی مناسبت نظر نہیں آتی۔ جنگِ عظیم ثانی کی بربادیاں تو جنگِ عظیم اوّل کی بربادیوں سے کئی گنا زائد اور زیادہ ہولناک تھیں۔

غرض دنیا کی تاریخ میں آج تک جتنے اقوامِ عالم ہمدردی، دوستی و محبت اور انسانیت کے بلند دعوؤں کے ساتھ لوگوں کی خدمت کے لئے اٹھے بالآخر اپنے اعمال سے انسانیت کے دشمن اور دوستی و محبت کا خون بہانے والے ثابت ہوئے صلیبی جنگ کرنے والے عیسائی، خود عیسائیوں، یونانیوں اور رومیوں کو تباہ و برباد کرنیوالے سمجھے جاتے ہیں غیر مسلم چنگیزیوں کے کارنامے اپنی ہولناکی کی آپ مثال ہیں، مگر اسلام کے علمبردار اللہ اکبر کا نعرہ لگانے والے جب سرزمین عرب سے اسلام کی دعوت دینے نکلے تو صرف مزاحمین سے نبرد آزما ہوئے اور تاریخ گواہ ہے کہ توحید کے ان پروانوں نے نہ عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور کمزوروں پر ہاتھ اٹھایا اور نہ کھیتیاں برباد کیں اور نہ پھل دار درختوں کو قطع و برید کیا۔ تیرہ صدیوں بعد آج جب مسلمان اسلام کی تعلیمات سے بیگانہ ہو گئے، اور غیر اسلامی نظریوں پر عمل پیرا ہو کر لادینی تحریکات اور جمہوریت کے دعوے دار بنے تو خود اپنے ہی

بھائی بندوں کے ساتھ عراق، مصر، شام، اردن، الجیریا میں جو کچھ اپنا تسلط جمانے والے نام نہاد مسلمانوں نے کیا وہ انسانیت کی پیشانی پر نہایت بدنما داغ ہے اور یہ داغ ابھی مٹنے بھی نہ پائے تھے کہ مشرقی پاکستان میں خود پاکستان کے نام نہاد مسلمانوں نے اپنے ہی بھائی بندوں کے ساتھ وہ انسانیت سوز حرکتیں کیں کہ ان کی یاد سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور شرم وندامت سے سر جھک جاتے ہیں۔ مشرقی پاکستان کا یہ اندوہناک سانحہ نتیجہ ہے ہماری تعلیم گاہوں میں رواج پائے ہوئے غلط نظام تعلیم وتربیت کا، اور لادینی نصاب تعلیم کا، تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ باوجود فضیلتِ ذاتی کے انسان حیوانیت کے مظاہرے سے کبھی بچ نہیں سکتا جب تک کہ وہ اپنے خالق کا سچا پجاری نہیں بن جاتا اور جب تک کہ وہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے آگے سر نہیں ٹیکتا اور حضرت خاتم النبیینؐ کے اسوۂ حسنہ کا متبع نہیں بن جاتا۔

عزیز طلبہ وطالبات!

آپ لوگوں کی بیمثال کامیابی پر میں آپ کو پھر مبارکباد دیتا ہوں، اور ساتھ ہی ایک طالب علم کی حیثیت سے یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ علم ہی ایک وجہ فضیلت ہے جس کی بدولت انسان اشرف المخلوقات کہلایا اور اس اشرف المخلوقات کے افراد آپس میں ایک دوسرے پر اگر کچھ بھی فوقیت رکھتے ہیں تو وہ اسی علم کی بنا پر، ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے اوّلین وحی میں انسان کو پڑھنے کا حکم دیا اور اپنے دو احسانوں کا ذکر کیا۔ ایک انسان کو پیدا کرنے کا، دوسرے انسان کو علم سے آراستہ کرنے کا۔ پھر اسی علم کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو مسجود ملائک بنایا، اس علم کے حصول پر جس کی سند ابھی ابھی آپ لوگوں نے حاصل کی ہے آپ پر چند فرائض عائد ہوتے ہیں، اگر آپ نے ان فرائض کے ادا کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی کی تو یاد رکھیئے یہ علم آپ کے لئے وجہ فضیلت نہیں بلکہ بلائے جان اور سخت وبال ثابت ہوگا اوّلین فریضہ یہ ہے کہ آپ اس علم کی حفاظت اور اس کی زیادتی کی سعی کریں اور اس لئے یہ ضروری ہے کہ ادب کے حدود کو ہاتھ سے جانے نہ دیں۔ ادب کے معنے ہیں ہر چیز کو اس کے اپنے حدود میں رکھنا یہ لفظ نہایت عام فہم اور بظاہر بہت سادہ ہے مگر اس کا مفہوم نہایت عالمگیر ہے، کوئی چیز ادب سے خارج نہیں۔

اس وقت مسلمانوں کا یہ عام وتیرہ دیکھنے میں آتا ہے کہ اپنے فرائض کی ذمہ داری کو کوئی اپنے سر نہیں لینا چاہتا اور ہمیشہ دوسروں کو مورد الزام بناتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ حکومت کے محکمے ہوں یا

لوگوں کے اپنے دفاتر، ہر جگہ ابتری ہے، ذمہ داری کے احساس کا فقدان ہے اور ہر ایک اپنے کردار میں کھوٹا نظر آتا ہے۔ اگر لوگوں میں اس نقص کا احساس پیدا ہو جائے تو پھر نہ معلّمین تعلیم دینے سے جی چرائیں نہ طلبا اور طالبات تعلیم حاصل کرنے میں کوتاہی کریں، اور نہ سیاست کے مردِ میدان قوم کے ان نونہالوں کا وقت برباد کریں اور نہ ان کو اپنی ڈگر سے ہٹا کر دوسروں کی ڈگر پر چلا کر گمراہ بنائیں آج خود اہلِ علم حضرات بھی نادانستہ طور پر اسی قسم کے استحصال کا شکار ہیں، دوسروں کا کیا کہنا۔

دو تین صدیوں کی اس پرانی روش کو بدلنا کچھ آسان کام نہیں، لیکن مجھے امید ہے کہ یہ عزیز طلبہ و طالبات اس نقص سے آگاہ ہو کر اپنے خالق و پروردگار سے لو لگائیں گے اور اپنے اوقات کو ایک سچے مسلمان کی طرح لہو ولعب اور لایعنی باتوں میں ضائع نہ کریں گے۔ اسلامی تعلیمات کو اپنانے کی کوشش کرینگے کہ یہی ایک ایسا نظامِ حیات ہے جو محبّت واخوت، مساوات و ہمدردی، ایثار و رواداری کا عملی مظاہرہ پیش کرتا ہے۔ اور تفریحی مشاغل سے بھی احتراز کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اسلئے کہ دنیا میں کوئی تفریح میں مشغول ہے تو کوئی اپنے غم و اندوہ میں مبتلا ہے۔ انسانی ہمدردی کا تقاضا ہے اور مسلمانوں کے آداب میں یہ داخل ہے کہ وہ غمگین و غمگسار کی ہمدردی کرے اور اپنا دل بہلانے میں نہ لگ جائے۔ اسلام تو اسی کھیل کود کی اجازت دیتا ہے جس سے حفظانِ صحت میں مدد ملتی ہے اور جو ملکی دفاع کے لئے ضروری ہے۔ تعلیم کا مقصد یہی ہونا چاہیئے کہ اپنی زندگی کو دوسروں کے لئے وقف کردے، کسی کو ایذا نہ پہنچائے اور اپنے کردار کا ایسا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرے کہ دوسرے لوگ اس کو دیکھ کر رہنمائی حاصل کریں۔ حق و باطل میں تمیز کریں، حق کی اعانت اور باطل کا ازالہ کریں۔

علم کے حصول سے ایک فریضہ یہ بھی عائد ہوتا ہے کہ اپنے علم سے دوسروں کو فائدہ پہنچائے اور کسی کو دھوکا نہ دے، صرف پیٹ پالنا تو جانوروں کا کام ہے علم کا مقصد یہ ہے کہ انسان کسب معاش کا وہ صحیح طریقہ اختیار کرے جس کو اسلام نے حلال کیا ہے۔ حرام اور منع کئے ہوئے طریقوں سے اجتناب کرے، آج سب سے بڑا مسئلہ حلال و حرام میں فرق کرنے کا ہے، حلال و حرام میں تمیز نہ کرنے کی وجہ سے ہمارے بہت سے اہلِ علم، بظاہر تقویٰ و طہارت والے، صوم و صلوٰۃ کے پابند بلکہ علم و عمل کے مقتدا سب کے سب الاماشاءاللہ، اپنے سارے اچھے نیک اعمال کے فوائد سے محروم رہ جاتے ہیں، محض اس وجہ سے کہ وہ بعض حرام مروجۂ طریقۂ کسب کو حرام نہیں سمجھتے اور اپنی غفلت کی وجہ سے حرام کے ارتکاب سے

باز نہیں رہتے۔ اس لئے آج کسی چیز میں برکت نظر نہیں آتی۔ ہر طرف اقتصادی بدحالی ہے اور ہر ایک اپنی ناداری اور زبوں حالی کا رونا روتا ہے۔

اگر علم والے صحیح طور سے اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش کریں تو ہمارے طلبہ وطالبات دنیاوی اور دینی علوم میں دوسری ترقی یافتہ قوموں سے کسی طرح پیچھے نہ رہیں، کیونکہ ان کا دھیان علم کی تحصیل پر مرکوز ہوگا۔ اور ہر ایک کی کوشش یہ ہوگی کہ وہ نمایاں سے نمایاں تر کامیابی حاصل کرے، ہمارے معلمین ان کی مدد کرنے سے جی نہ چرائیں گے کہ اپنے شاگردوں کو ہمہ تن متوجہ پائیں گے اور ان کی علمی کاوشوں سے نئی ایجادات ہماری خدمات میں بڑی ممد ومعاون ثابت ہوں گی، ذہنی افکار میں ترقی ہوگی، علمی معیار میں اضافہ ہوگا اور انسانی حیات کے ہر ہر شعبے میں نہایت عمدہ نتائج نمودار ہوں گے۔

آج دنیا کی قومیں خلوص ومحنت کی بدولت ہر طرح ترقی حاصل کر رہی ہیں۔ جاپانی، چینی، روسی اور امریکی اقوام کے علاوہ دوسری برسراقتدار قوموں کی کامیابی کی کلید یہی محنت اور تندہی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لیس للانسان الا ما سعیٰ، انسان کو اس کی محنت کا پھل ہی ملتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے 'انسان' کہا ہے 'مسلمان' نہیں، مطلب یہ کہ اگر کوئی مسلمان ہوتے ہوئے بھی محنت نہیں کرتا اور اللہ کو مانتے ہوئے اس کی نافرمانی کرتا ہے تو پھر کیونکر اچھے نتائج کی امید کر سکتا ہے؟

آخر میں ایک بار پھر کامیاب طلبہ وطالبات کو مبارکباد دیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو اور ہر علم والے اور ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ توفیق عطا کرے کہ اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کر دے اور اپنے علم سے پورا پورا فائدہ اٹھائے، اللہ تعالیٰ کی صحیح بندگی کرے اور اس کے بندوں کو آزار پہنچانے سے باز آجائے۔ اس طرح وہ اسلامی معاشرے کا جانباز مجاہد بنے اور اپنے اپنے پڑوسیوں اور اپنے لوگوں یعنی بنی نوع انسان کا بہترین خدمت گار بن جائے اور اللہ بزرگ وبرتر اس کالج کے وابستگان کی ہماری اور آپ سبھوں کی مساعی کو بارآور وثمردار بنائے۔ آمین ثم آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین